پیر مہر علی شاہ...... جمالِ اوائلِ زیست

میاں غلام مصطفیٰ، ریسرچ سکالر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In this article a popular & saint poet Peer Mehar Ali Shah's early life has been brought into light, that later emerged as impresive personality of his era.

خانوادۂ گولڑہ شریف اور درگاہِ گولڑہ شریف کی محور و مرکز شخصیت پیر سید مہر علی شاہ کی ہے۔ آپ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز سوموار گولڑہ شریف میں پیدا ہوئے۔[۱] حالات و واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت جل جلالہٗ نے آپ کو ذہنِ رسا اور نیک فطرت، خصوصی طور پر اور جبلی طور پر ودیعت فرمائی تھی۔ بچپن ہی سے نیکی اور ذہانت میں مسلسل ترقی اور استقامت ظاہر کرتی تھی کہ بڑے ہو کر کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دیں گے۔ عمر عزیز ابھی چار سال بھی نہ تھی عربی قاعدے کی تعلیم شروع کروا دی گئی۔ قاعدہ ہاتھ میں پکڑے خانقاہ سے باہر جھاڑیوں میں آپ کو سوتا دیکھ کر پیر سید فضل دین صاحب نے فرمایا ''یہ ابھی معصوم ہے اسے معلوم نہیں کہ ایک روز یہ کیا ہونے والا ہے۔''[۲]

قرآن کریم پڑھنے کیلئے خانقاہ کے درس میں اور اُردو فارسی کی مروجہ تعلیم کے لئے قصبے کے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ عمر اتنی چھوٹی تھی کہ خادم اُٹھا کر آپ کو لے جاتا اور واپس لاتا۔ ذہانت و یادداشت کا عالم یہ تھا کہ قرآن کریم کا روزانہ ناظرے پڑھا ہوا۔ سبق زبانی یاد کر کے یعنی حفظ کر کے سنا دیا کرتے۔ جب اساتذہ نے قرآن پاک ناظرے مکمل کروایا تو اس وقت سارا قرآن آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا۔ کم عمری میں اور زندگی کے ابتدائی سالوں میں پڑھا ہوا قرآن ایسے یاد ہوا، زبر ہوا اور اللہ نے اس کے معانی و مفاہیم پر یوں دسترس عطا فرمائی کہ آخری عمر تک گفتگو میں، تقریر میں، تحریر میں، فتاویٰ و مسائل میں، نثر میں حتیٰ کہ شاعری میں جابجا قرآنی آیات کا برمحل اور کثرت استعمال دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اپنی معروف زمانہ نعت ''سک متراں دی'' میں سورۂ ضحیٰ کے الفاظ کو ایک بند میں ایسا باندھا ہے کہ پڑھنے اور سننے والا جھوم اُٹھتا ہے۔

یُعْطِیْکَ رَبُّکَ داس تساں   فَتَرْضٰی تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں   وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ پڑھیاں

قدرت نے اپنے خاص بندے کو پروان چڑھانے کے لئے گھر کا ماحول ایسا دیا جہاں ماں اللہ کی ولیہ ہے، باپ ولی کامل، والد کے ماموں اور خانوادے کے سربراہ مرشدِ کامل، دیگر افرادِ خانہ بھی عشقِ الٰہی میں سرمست و سرگرم اور گھر سے باہر خانقاہی نظام جہاں ہر طرف سے آنے والے معرفتِ الٰہی کے متلاشی، کوئی سالک، کوئی زاہد، کوئی فقیر، کوئی طالب، کوئی کامل،

کوئی عامل اور کوئی عاشق گویا پوری فضاء عشق وجنوں کی سرمستیوں سے پُر ہے اور عشق آباد کا ایسا مدرسہ بن گیا ہے جہاں تعلیم سے پہلے تربیت ہے اور تعلیم کے بعد کیفیت عشق و مستی میں ڈوبا ہوا ایسا پُرخلوص عمل ہے جس نے تمام زندگی آپ کو صراطِ مستقیم سے پھسلنے اور ہٹنے نہ دیا۔

مروجہ عصری وسرکاری تعلیم کے امتحان کیلئے سینٹر راولپنڈی میں بنا۔کم سن مہر علی شاہ کوسکول کا چوکیدار جمعہ نامی اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے گیا۔''ممتحن انگریز تھا۔اس نے سب سے پہلے آپ پر ہی سوال کیا کہ بائید کا مصدر کیا ہے آپ نے صحیح جواب دیا۔ممتحن نے ساری جماعت کو یہ کہہ کر پاس کردیا کہ جب اس قدر کم سن بچہ صحیح جواب دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد کی تعلیم اچھی ہے اور پوری جماعت لائق ہے۔''۳

ایک محیّر العقول واقعہ جو آپ کی تمام سوانح عمریوں میں موجود ہے اور جس سے پتہ چلتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ پر اللہ کی رحمت ہے اور کس قدر آپ کو اللہ پر اور اپنے کشف پر یقین ہے۔ایک مرتبہ آپ کے مقامی استاد، مولوی غلام محی الدین نے زیر سبق نصابی کتاب ''قطر الندا'' کے ایک حصے کی عبارت یاد کرنے کی ہدایت کی جو کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہ جا سکتی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اگر کل یہ عبارت یاد نہ ہوئی تو سزا ملے گی۔حضرت بتاتے تھے کہ میں نے آبادی سے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کتاب کے کرم خوردہ حصے کو سمجھنے کی کوشش کی مگر کچھ پتہ نہ چلا آخر سر اُٹھا کر کہا ''یااللہ! تجھے تو معلوم ہے کہ یہ عبارت کیا ہے۔اگر تو مجھے بتا دے تو میں استاد کی سزا سے بچ جاؤں گا۔'' یہ کہنا تھا کہ اچانک درخت کے پتوں میں ایک سبزی مائل عبارت نمودار ہوئی جسے میں نے حفظ کرلیا تو وہ غائب ہوگئی میں نے اسی وقت جا کر وہ عبادت استاد صاحب کو سنا دی۔ انہوں نے کچھ شبہ کا اظہار کیا تو میں نے کچھ افشا کئے بغیر کہا کہ مجھے اس کے صحیح ہونے میں اس قدر یقین ہے کہ اگر اس کتاب کا مصنف بھی قبر سے نکل کر آجائے اور کہے کہ یہ غلط ہے تو میں نہ مانوں گا۔ چنانچہ استاد صاحب اس کی تصدیق کے لئے اسی روز راولپنڈی گئے اور ایک مکمل نسخہ سے میری بتلائی ہوئی عبارت کو صحیح پا کر واپس آئے اور بصد حیرانی اس کی صحت کا اعتراف کیا۔۴

اس واقعہ کے بعد مولوی غلام محی الدین نے آپ کے بڑوں سے درخواست کی کہ ''اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ کو ایسا ذہن رسا اور اعلیٰ دماغ عطا فرمایا ہے کہ ہر سبق حفظ سنا دینے کے علاوہ بعض اوقات ایسے دقیق سوالات کرتا ہے کہ ان کا جواب دینے سے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہوں اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اب میں اس کی تعلیم کا صحیح حق ادا نہیں کرسکتا۔ اسے کسی بڑے فاضل استاد کے پاس ہونا چاہیے۔''۵

مولوی غلام محی الدین ابتدائی عربی فارسی کتب کے بہترین استاد تھے۔خصوصی طور پر ان کا انتخاب کیا گیا تھا۔کافیہ تک انہوں نے آپ کو تعلیم دی۔آپ فرماتے تھے کہ ایک روز استاد صاحب نے پوچھا مطالعہ کر کے آتے ہو یا نہیں؟ مجھے اس وقت تک لفظ مطالعہ کا صحیح مطلب معلوم نہیں تھا۔ میں سمجھا مطالعہ زبانی یاد کرنے کو کہتے ہیں۔اس لئے اگلے روز تمام سبق زبانی سنایا تو استاد صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔

آپ کے بڑوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو صاحبزادگی کے ماحول سے دور رہ کر ایک عام طالب علم کی حیثیت سے تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔آپ خود بھی اعلیٰ تعلیم کیلئے ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنے کیلئے بے تاب تھے۔ چنانچہ آپ کو کم عمری میں

ہی حسن ابدال کے قصبہ بھوئی میں مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں داخل کروا دیا گیا۔ جہاں اڑھائی سال میں رسائل منطق قطبی تک اور نحو اور اصول کی درمیانہ درجے کی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ دس گیارہ سال کی عمر میں اپنی ذہانت، اشکال کے حل کرنے اور مضمون بندی میں سب کو قائل کر لیا۔

بھوئی سے فراغت کے بعد مزید تعلیم کے لئے انگہ، علاقہ سون سیکسر میں مولانا سلطان محمود صاحب کے درس میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی آپ نے دن رات محنت کی، پڑھائی میں ایسا انہماک کہ سردیوں کی طویل راتیں مطالعے میں گزر جاتیں حتیٰ کہ اسی حالت میں صبح کی اذان ہو جاتی۔ تعلیم سے اتنا شغف تھا کہ چھوٹی کلاسوں کے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے اور طلباء کو پڑھانے کا انداز اتنا اچھا تھا کہ طلباء کی تعداد بڑھ گئی اور آپ ساتھ والے قصبے شکر کوٹ میں منتقل ہو گئے۔ دن کے وقت انگہ میں تعلیم حاصل کرتے اور رات کو شکر کوٹ میں طلباء کو پڑھاتے۔ غریب اور نادار طلباء کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے گھر سے آنے والا ماہانہ خرچہ بھی تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ خود عموماً روزہ یا فاقہ سے رہتے۔ شدید بھوک کی صورت میں طلباء کے جمع کردہ ٹکڑوں سے کچھ تناول فرما لیتے۔ اس کم عمر سید زادے کی تعلیم و تربیت، جود و سخا، ایثار و ریاضت و مجاہدہ اور تدریس و تعلیم دیکھ کر انگہ اور گرد و نواح کے لوگ اور طلباء آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔ یہیں قیام کے دوران اپنے استاد گرامی مولانا سلطان محمود صاحب کے ساتھ کئی مرتبہ سیال شریف بھی گئے جہاں حضرت شمس الدین بھی آپ پر نہایت شفقت فرماتے۔ قیام انگہ کے دوران مشہور خوش نویس منشی غلام احمد سکنہ کھبکی سے باقاعدہ اصلاح لیتے اور لکھائی کی مشق کرتے رہے جو تمام مروجہ خطوط کے ماہر تھے۔

فلسفہ، ریاضی، فقہ، حدیث اور تفسیر کی آخری اور اعلیٰ کتب کی تعلیم کیلئے آپ ۱۵ سال کی عمر میں ہندوستان تشریف لے گئے۔ پہلے کانپور مولانا احمد حسن محدث کے پاس گئے وہ حج پر روانہ ہو رہے تھے لہٰذا آپ علی گڑھ مولانا موصوف کے استاد مولانا لطف اللہ کے مدرسے میں داخل ہو گئے۔ ہندوستان کے مدارس عربیہ وعلمیہ میں سے علی گڑھ کا انتخاب پیر مہر علی شاہ کے مسلک اعتدال اور خوش بختی کا مظہر ہے۔ مولانا لطف اللہ علمائے ربانیین کا نمونہ اور زہد و تقویٰ اور خدا پرستی کا مجسمہ تھے۔ طبیعت بے حد مرنجاں مرنج تھی۔ ہم عصر علماء کے ساتھ بعض فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود ان کے خلاف کبھی تعصب اور سختی کا اظہار نہ کیا۔ ہر طبقہ کے علماء دل سے آپ کی قدر کرتے تھے۔ ایسے اعلیٰ استاد کے مدرسے میں قریباً اڑھائی سال زیر تعلیم رہے اور اپنی قابلیت، بلند اخلاقی، ایثار و قربانی، محنت و مجاہدہ، خوشخطی و معاملہ فہمی اور مثالی کردار کے باعث استاذ العلماء مولانا لطف اللہ، دیگر اساتذہ اور طلباء میں جو مقبولیت اور توقیر آپ کو ملی اس کی مثال نہیں ملتی۔

ان دنوں چونکہ سر سید احمد خان مسلمانوں کی علمی ادبی سرگرمیوں کے مدارالمہام تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر فیصلہ کیا کہ مدارس عربیہ کی اصلاح کی جائے اور جس مدرسہ کی تعلیم ناقص یا کمزور ہو اسے بند کر کے اس کا چندہ اور آمدن علی گڑھ کالج کے مصرف میں لائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا لطف اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے مدرسے کا سالانہ امتحان دلوایا کریں تاکہ ایک تو سال بھر کی تعلیمی کارکردگی کا پتہ چلے گا دوسرے امتحان کے ڈر سے طلباء کو زیادہ محنت کرنے کی عادت پڑے گی۔ چونکہ دینی مدارس کے اکثر طلباء دیہاتی، پنجابی اور پٹھان ہوتے ہیں اور تقریر و تحریر میں کمزور ہوتے ہیں۔ اس لئے مولانا قدرے پریشان ہوئے لیکن آپ کے طالب علم سید مہر علی شاہ نے آپ کو حوصلہ دیا اور کہا کہ آپ فکر نہ کریں ہم تقریری یا تحریری ہر طرح کے امتحان کیلئے تیار ہیں۔ یہ سن کر مولانا لطف اللہ بہت خوش ہوئے اور طلباء کا امتحان دلوانا منظور کر لیا۔ سر سید نے اپنے طور پر ایک یورپی

ممتحن کو امتحان کے لئے بلوایا۔ مولانا نے امتحان سے ایک روز قبل آزمائشی طور پر خود طلباء کا امتحان لیا اور حل کرنے کے لئے ''اُقلیدس'' کا پرچہ دیا۔ پیر مہر علی شاہ بتاتے تھے کہ میں نے اقلیدس کی شکل مسئولہ کا پہلے تو وہ جواب تحریر کیا جو اقلیدس کے مطابق تھا پھر اس پر اپنی طرف سے اشکالات اور اعتراضات کئے اور شکل مسئولہ پر اپنی طرف سے حل تحریر کر دیا۔ مولانا نے میرے جواب اور انداز کو بہت پسند کیا اور میرے پرچے کو ایک لفافے میں بند کر کے ممتحن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اگلی صبح تمام طلباء ہر طرح تیار ہو کر کاغذ، قلم، دوات لئے صف بنا کر ممتحن صاحب کے انتظار کرنے لگے مگر ممتحن تشریف نہ لائے۔ جب دیر ہو گئی تو اس امر کی سر سید احمد خان کو اطلاع دی گئی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ ممتحن موصوف رات کو بغیر ملے واپس چلے گئے ہیں اور پیغام چھوڑ گئے ہیں کہ ''جو طلباء اقلیدس پر اعتراض کر سکتے ہیں، مجھ میں ان کا امتحان لینے کی اہلیت نہیں بلکہ اپنی سُبکی کا اندیشہ ہے۔'' مولانا لطف اللہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے بہت دُعائیں دیں اور فرمایا کہ ''تم نے ہمارے مدرسے کو بچا لیا ورنہ سر سید اسے ختم کرا دیتے۔''[۶]

علی گڑھ آ کر آپ کی اعلیٰ خصوصیات و کمالات میں مزید نکھار اور ترقی دکھائی دیتی ہے۔ تعلیم کے حصول پر کامل توجہ، اساتذہ کی تعظیم و توقیر، قوت استدلال، تعلیمی انہماک، ذہنی و قلبی یکسوئی، ریاضت و مجاہدہ، ایثار و قربانی اور تعلیم و تدریس میں آپ اپنے جوبن پر نظر آتے ہیں۔ گھر سے ماہ بماہ باقاعدگی سے آنے والا ماہانہ خرچہ مبلغ ۶۰ روپے (ساٹھ روپے) وقتِ معینہ پر پہنچتا رہتا۔ مگر آپ اس رقم کو پردیسی و نادار طلباء میں تقسیم کر دیتے اور خود اکثر روزہ یا فاقہ سے رہتے۔ جمعرات کو لوگوں کے گھروں سے آنے والا کھانا آپ کے سامنے رکھا جاتا تو اپنے نفس کو مخاطب ہو کر کہتے کہ ''لے کھا لے'' مگر ہفتہ بھر کا فاقہ زدہ چند لقمے تناول کر کے باقی طلباء کو پیش کر دیتا۔

پیر مہر علی شاہ کے بال لمبے اور گھنگھریالے تھے نیز آپ شاندار کلاہ و دستار اور شلوار پہنتے تھے، بڑی سج دھج والے وضع دار آدمی تھے۔ پیر سیال نے خصوصی طور پر اپنے اس پیارے اور منظور نظر خلیفہ کو لباس اور وضع قطع تبدیل کرنے سے منع کر دیا اور علاقہ ہزارہ کے ایک جید عالم مولوی سید احمد کو سیال شریف میں ہی حکماً اپنے سامنے بیعت کروا کر آپ کو سیال شریف کی حدود میں بیعت کی خصوصی اجازت فرمائی۔[۷]

مکے اور مدینے کے سفر شوق میں آپ کی علمی، روحانی، عرفانی، ظاہری اور باطنی کیفیات قدم قدم پر اپنے جلوے دکھاتی اور اس سفر کو تاریخ ساز بناتی نظر آتی ہیں۔ بحری جہاز میں مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے کچھ طلباء تعطیلات گزار کر واپس جا رہے تھے۔ ان سے آپ کی ملاقات اور بعض اختلافی مسائل پر مدلل گفتگو ہوئی۔[۸] بعد ازاں آپ کی زندگی میں کشف تربیت، تحقیق اور علمی جستجو کے یہ عناصر زیادہ قوی اور مجسم صورت میں منصۂ شہود پر آئے۔

حواشی:

۱۔ فیض احمد، مولانا، مہرِ منیر، اسلام آباد: کتب خانہ درگاہِ غوثیہ گولڑہ شریف، ۲۰۰۶ء، ص: ۶۱

۲۔ ایضاً، ص: ۱۶۳

۳۔ ایضاً، ص: ۶۵

۴۔ ایضاً، ص: ۶۶

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً، ص: ۶۷

۷۔ معین الحق، پیر سیّد، ذکر الصالحین، گولڑہ شریف: مکتبہ ایوان، مہر علی شاہ، ۱۴۲۷ھ، ص: ۱۱۱

۸۔ یہ مدرسہ معروف عالم دین مولانا رحمت اللہ نے بنگال کی مخیرّہ خاتون، صولت النساء کی مدد سے ہندی طلباء کی دینی تعلیم کے لئے مکہ مکرمہ میں قائم کیا۔

II